© rasailojaraid.com

مولانا ابوالکلام آزادؒ اور تحریک نظم جماعت

(۲)

چند مریدین، مخلصین کا تذکرہ

جناب ابوسلمان صاحب شاہجہانپوری

ماہنامہ "برہان" بابت ماہ ستمبر ۱۹۷۰ء میں راقم السطور کا ایک مضمون "ہندوستان میں تاریخ دعوت اسلامی کا ایک باب — مولانا ابوالکلام آزادؒ اور تحریک نظم جماعت" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ اس مضمون میں متعدد ایسے حضرات کا نام آیا ہے جنھوں نے نظم جماعت کے قیام میں سعی کے لئے مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان میں سے بعض حضرات مختلف علاقوں اور صوبوں میں کام کرتے اور بیعت لینے کے مجاز بھی تھے۔ ان میں سے بعض حضرات معروف ہیں، بعض غیر معروف ...... لیکن ان کی زندگی کے اس پہلو اور مولانا آزادؒ سے تعلق و ربط کی اس نوعیت پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ میرے علم میں جو حضرات آئے اور ان کے جو حالات بہم پہنچ سکے محض تکمیل مبحث کے خیال سے یہاں ان کا تذکرہ کر دیا ہے۔ بعض حضرات کے مفصل حالات تک رسائی نہیں ہو سکی۔ مثلاً سندھ میں نظم جماعت کی بیعت کے مجاز پیر سید تراب علی شاہ اور پنجاب میں مولانا کے خلیفہ مجاز، مولانا عبداللہ قصوریؒ۔ مولانا سید داؤد غزنویؒ کا تذکرہ ابھی مرتب نہیں کر سکا ہوں اس کے لئے ضروری مواد نظر میں ہے۔

مذکورہ بالا مضمون کی اشاعت کے بعد جو چیزیں علم میں آئیں ان کے مطالعے سے کامل اطمینان ہو گیا کہ صوبہ بنگال میں امارت شرعیہ اور نظم جماعت کے قیام کے لئے مولانا محمد منیر الزماں اسلام آبادی کی کوششیں مولانا آزادؒ کی تحریک نظم جماعت کے سلسلے میں کڑی تھیں۔ اگرچہ ابھی ان کے حالات اور ان کے مساعی کی تفصیلات تک رسائی نہیں ہو سکی۔

اس تذکرے کے سلسلے میں یہ بات ضرور ذہن نشین رہے کہ نہ تو ابھی یہ مکمل ہے اور نہ ترتیب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی یہ آخری شکل ہے۔ اس لئے کسی بزرگ کے تذکرے میں تقدیم و تاخیر پر کسی عزیز کو آزردہ خاطر نہیں ہو[نا] چاہیے۔

غلط انداز فکر | اس تذکرے سے مولاناؒ کے متعلق ایک غلط انداز فکر کی تصحیح خود بخود ہو جاتی ہے۔ مولاناؒ کے خلاف بعض حلقوں میں کہا جاتا ہے کہ ان کی تعلیم وارشاد نے دینی فکر و رجحان رکھنے والے اور صالح افراد پیدا نہیں کئے۔ اور اس کے ثبوت میں پروفیسر محمد اجمل خاں مرحوم مولانا کے پرائیویٹ سکریٹری اور پروفیسر ہمایوں کبیر مرحوم سکریٹری وزارت تعلیمات، بعد میں وزیر سائنٹفک ریسرچ کو پیش کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں تین باتیں عرض ہیں:

اولاً: | مولانا ابوالکلام آزادؒ ہرگز اس قسم کے مصلح و مرشد نہیں تھے جو ایک خاص وضع و قطع کے ساتھ ہجوم مریدین، گوشۂ خانقاہ اور مجمع عرس میں دیکھے جاتے ہیں جن کے ساتھ کچھ خاص قسم کی روایات وابستہ ہوتی ہیں۔ مولاناؒ سے اس قسم کی توقع وابستہ ہی نہیں کرنی چاہیئے۔

ثانیاً: | ان دونوں حضرات سے مولاناؒ کے تعلقات ایک خاص نوعیت کے تھے۔ تعلقات کی اس نوعیت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ اجمل خاں ۱۹۳۵ء کے بعد مولانا کے سکریٹری کی حیثیت سے ان سے وابستہ ہوئے اور ہمایوں کبیر صاحب ۱۹۴۵ء میں جسے زندگی کا آخری دور کہنا مناسب ہوگا۔ شملہ کانفرنس کے موقع پر مولانا کے ترجمان کی حیثیت سے ان سے قریب ہوئے اس لئے مولاناؒ کی تعلیم وارشاد کے حاصل اور نمونے کے طور پر ان دونوں حضرات کو پیش کرنا انصاف سے بعید اور ایک ایسی منطق ہے جو معترضین کی بصیرت ہی کا نہیں ان کی دیانت تک کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ اگر مولانا کی دعوت اور افکار کے اثرات تلاش کرنا ہوں تو ملک کے سینکڑوں اکابر اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد کے ساتھ اجمل خاں اور ہمایوں کبیر کی شخصیتیں بھی موضوع بن سکتی ہیں اور ان کے افکار میں مولاناؒ کے افکار کے اثرات کو تلاش کیا جا سکتا ہے لیکن مولانا کی تعلیم وارشاد کے حاصل اور نمونے کی تلاش ہو تو پھر ان حضرات کی بجائے سب سے پہلے مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی (یوپی)، مولانا سید تراب علی شاہ راشدی (سندھ)، مولانا داؤد غزنوی امرتسری، مولانا عبداللہ قصوری، اور مولانا محی الدین قصوری (پنجاب) مولانا عبدالحئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فاروقی، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد (بہار) مولانا غلام رسول مہر، مستری محمد صدیق وغیرہم کے افکار اوران کی سیرتوں کو دیکھنا چاہیئے شخصیت و سیرت کے ان ثمرات سے اس کے درخت کو پہچاننے کی کوشش اور تعلیم وارشاد کے ان مظاہر میں سے اس تعلیم وارشاد کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہیئے اس باب میں یہی صحیح انداز فکر ہے اور نتیجہ تک پہنچنے کا یہی صحیح طریقہ ہے۔

ثالثاً ویسے بھی کسی کے فکر اور رجحان کے بارے میں اتنی جلد فیصلہ نہیں کر دینا چاہیئے کہ وہ اسلامی اور دینی ہے یا نہیں۔ بلاشبہ اس قسم کی رائے چند باتوں پر ہوتی ہے لیکن جب تک ایک شخص اسلام کے دائرے میں ہے اور اپنے تئیں مسلمان کہلانے میں فخر محسوس کرتا ہے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ دینی اور اسلامی فکر و رجحان نہیں رکھتا۔ ہمارے یہاں سیاسی جدوجہد کا جو پچھلا ایک سال گذرا ہے اس میں علماء کرام کی ایک ایسی جماعت کو جس کے رہنماؤں کی زندگی قال اللہ و قال الرسول میں گذرتی ہے لیکن جہاں اس نے شریعت کے جام لنڈھائے ہیں وہاں سندان عشق حریت سے کھیلنا بھی اس کا شعار رہا ہے، علمائے کرام ہی کی ایک جماعت نے اشتراکیت پسندی کے الزام میں اسے دائرہ اسلام سے خارج کیا تھا۔ لیکن قومی اسمبلی کے انتخاب میں ان علما کی کامیابی کے سرکاری اعلان کے ساتھ ہی علماء کی ثانی الذکر جماعت کے سب سے بڑے ترجمان نے اول الذکر جماعت کے ایک عالم دین کی تصویر نہایت اہتمام سے پورے صفحے پر چھاپی ہے اور اگر پہلے دائرہ اسلام سے باہر نکالنے کے لئے قرآن و حدیث سے استدلال کیا گیا تھا تو اب ان کے ایمان و استقامت اور سیرت اسلامیہ کے اعتراف کے لئے علامہ اقبال مرحوم ان کے کام آئے ہیں۔ تصویر کے نیچے درج ہے۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

کل ان کا ایمان و اسلام ناقابل اعتقاد، ان کا نقطۂ نظر غیر اسلامی اور ان کا کردار اشتراکیت پسند تھا لیکن آج اسلامی آئین کی تدوین میں اسلامی نقطہ نظر کی ترجمانی کی تمام توقعات انہی حضرات سے وابستہ ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک گذارش | چونکہ اس موضوع کی طرف تقریباً نصف صدی کے بعد پہلی بار توجہ کی جارہی ہے۔ اس لئے یہ تو ممکن ہی نہیں کہ سلسلہ بیعت کی تمام کڑیاں ایک ایک کر کے گن دی جائیں لیکن یقین ہے کہ ابھی اس سلسلہ کے بہت سے افراد بقید حیات ہوں گے اور بہت سے مرحومین کے بارے میں ان سے قریبی تعلق رکھنے والوں کو مولانا آزاد سے ان کی اس نسبت کا علم ہوگا اس لئے وہ توجہ فرمائیں تو تاریخ دعوت اسلامی کا یہ پہلو کلی طور پر تاریکی میں جانے سے بچ سکتا ہے۔ اس لیے مولانا آزادؒ کے خلیفہ مجاز مولانا محی الدین قصوری (لاہوری) جو بفضلہ بقید حیات ہیں، مولانا کے مریدین اور دیگر حضرات سے جنہیں مولاناؒ کے کسی مرید کا علم ہو، گذارش ہے کہ وہ اس مضمون کے مصنف کو "آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ ہاؤسنگ سوسائٹی، منگھو پیر روڈ، کراچی - ۱۶" کے پتے پر اپنے اور دوسرے مریدوں کے ضروری حالات سے مطلع فرمائیں۔

مولانا غلام رسول مہر

مولانا غلام رسول مہر، مئی، ۱۸۹۵ء میں ایک گاؤں پھول پور (ضلع جالندھر، مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے پاس کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد چند سال تک ریاست حیدر آباد میں پائگاہ وقار الامراء کے محکمہ تعلیم سے وابستہ رہے اور انسپکٹر آف اسکولس کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔ لیکن ملازمت کی پابندی ان کے مزاج کے خلاف تھی اس لئے اخبار جاری کرنے کے خیال سے وطن لوٹ آئے۔ یہاں سیاسی حالات خاصے بگڑ گئے تھے۔ ایک عزیز دوست کے مشورے کے مطابق (نومبر ۱۹۲۱ء میں) زمیندار کے ادارۂ تحریر سے وابستہ ہوگئے۔ لیکن والدہ اس تعلق پر راضی نہ ہوئیں۔ دو مہینے کے بعد خود زمیندار کے منیجر نے گاؤں پہنچ کر والدہ کو اس شرط پر راضی کیا کہ مہر صاحب کا رسمی تعلق زمیندار کے ساتھ نہ ہوگا۔ اس طرح فروری، ۱۹۲۲ء سے یہ کام مستقل طور پر سنبھالا اور ۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء تک "زمیندار" سے وابستہ رہے۔ زمیندار اپنے وقت کا سب سے بڑا وقیع اردو اخبار تھا۔ تقریباً چھ سال تک زمیندار جب ادارتی فرائض انجام دینے کے بعد ۲ اپریل ۱۹۲۷ء سے مولانا عبدالمجید سالک مرحوم کے اشتراک سے انھوں نے اپنا اخبار "انقلاب" نکالا جو اکتوبر ۱۹۴۹ء میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حالات کی نامساعدت کی بنا پر بند کر دینا پڑا۔ اس کے بعد مہر صاحب ہمہ تن تصنیف و تالیف کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔

مذہب، تہذیب، تمدن، تاریخ عالم، تاریخ اسلام، تحریک آزادی ہند، اسلامیان ہند، مجاہدین آزادی اور متعدد علمی، ادبی، مذہبی، قومی شخصیات اور موضوعات پر ان کی نہایت بلند پایہ و محققانہ تصانیف ہیں۔

مہر صاحب نے اب تک علمی، ادبی، تہذیبی اور وقتی حالات و مسائل پر ہزارہا نہایت فکر انگیز مقالات لکھے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس وقت کہ ۱۹۷۰ء اپنا بیشتر سفر ختم کر چکا ہے اور قریب ہے کہ ۱۹۷۱ء کو جا لے پاکستان اور عالم اسلام کے حالات و مسائل پر ان کی شگفتہ نگاری اور عطر بیزیٔ افکار کا سلسلہ جاری ہے اور تاریخ و سیاست ملی کے سرائر و خفایا سے پردے اٹھا رہے ہیں۔

مہر صاحب تقریباً ڈیڑھ سو کتابوں کے مصنف، مرتب یا مترجم ہیں۔ تاریخ اسلام خصوصاً مسلمانان ہند کی تاریخ پر اس وقت ان سے بڑا محقق کوئی نہیں۔ انھوں نے بیسویں صدی کے سیاسی، علمی، تہذیبی نشیب و فراز کو اپنی آنکھوں سے نہ صرف دیکھا ہے بلکہ نصف صدی سے اسی قلزم حوادث و انقلابات کے شناور ہیں۔

تاریخ دعوتِ اسلامی اور عزیمت دعوت کے سلسلے میں امام ابن تیمیہ اور سیرت سید احمد شہید ان کی بلند پایہ محققانہ تصانیف ہیں۔ انداز و معیار اور جامعیت کے لحاظ سے اردو کا دامن ابھی تک اس پایے کی تصانیف سے خالی ہے۔ کلام اقبال اور دیوان غالب کی شرحیں نہ صرف صحت و کمالِ تشریح کے لحاظ سے بلکہ ادبی اور تنقیدی لحاظ سے نہایت اعلیٰ درجے کی شروح ہیں۔

مہر صاحب نے سوانح کے موضوع پر جو کتابیں تحریر فرمائی ہیں ان میں فنی نقطہ نظر سے زندگی کے ہر پہلو سے بحث کی ہے اور ان کے معیار علم و تحقیق اور ترتیب و توازن کا پیمانہ ہر جگہ بلند ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور حسنِ تالیف اور اسلوبِ نگارش ہر مقام پر دامن قلب و نظر کو اپنی جانب کھینچتا ہے لیکن اصلاً وہ حسنِ فکر اور حسنِ سیرت کے عاشق ہیں اس لئے جہاں انھوں نے اس پہلو کا بیان اور اس گوشے کی نقاب کشائی کی ہے۔ وہاں ان کا حسنِ بیان اور انداز نگارش کمال دل فریبی و دل آویزی کی انتہائی بلندیوں پر ہے۔ ان کے ندرت کار قلم کی اصل جولان گاہ کسی کے حسنِ فکر اور کمالِ سیرت کا تذکرہ ہے زبان و بیان پر اپنی بے پناہ قدرت، علم و مطالعہ کی بے اندازہ وسعت، کمال انشاء پردازی اور طبع رسا و فکرِ بلند سے کام لے کر وہ اپنی جنبش قلم سے فکر و سیرت کا مینا بازار سجاتے اور تاج محل تعمیر کرتے چلے جاتے ہیں۔

مہر صاحب اردو کے بلند پایہ ادیب، صاحب طرز انشا پرداز، صاحب فکر مورخ، نکتہ رس نقاد، عظیم صحافی اور ایک اچھے شاعر بھی ہیں۔ ان کی تحریریں استدلال کی پختگی اور کمال ترتیب و تہذیب کا ایک عدیم المثال اور نادر الوجود نمونہ ہوتی ہیں۔ ماضی کے تذکار ہوں یا حدیث العہد مسائل و مباحث سیاست ہوں ان کی تحریر و تقریر میں طنز و مزاح کی ہلکی چاشنی ایک عجیب لطف دیتی ہے۔

شاعر کی حیثیت سے ان کی شہرت زیادہ نہیں اور اب تو ایک مدت سے تصنیف و تالیف اور ترجمے کے کاموں کی مشغولیت میں یہ شوق چھوٹ چکا ہے لیکن وہ اردو اور فارسی کے اچھے شاعر ہیں اور ان کا کلام وقت کے بلند پایہ ادبی رسائل میں چھپتا رہا ہے۔

وہ فارسی اور اردو شعر و ادب کا نہایت پاکیزہ اور علمی ذوق رکھتے ہیں۔ اردو اور فارسی کے علمی و ادبی خزائن و ذخائر پر ان کے عبور کا تو کہنا ہی کیا، عربی اور انگریزی کی قدیم و جدید ادبیات اور تاریخ پر ان کی گہری نظر ہے۔

علامہ اقبال سے انہیں بڑی عقیدت ہے۔ ایک مدت تک علامہ مرحوم سے دوستانہ تعلقات اور ہم مجلسی کا شرف حاصل رہا۔

علامہ مرحوم کی زندگی، ان کی شخصیت، ان کے کمالات اور ان کی ادبی و سیاسی خدمات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مختلف پہلوؤں پر پچاسوں مقالے اب تک ان کے قلم سے نکل چکے ہیں اور علامہ کے کلام کی شرحیں اہل علم میں مقبول ہو چکی ہیں۔

اقبال کی طرح انہیں غالب سے بھی بڑی عقیدت ہے۔ غالب کی شخصیت و فن پر اب تک دہائیوں سے متجاوز نہایت محققانہ اور تنقیدی مقالات ان کے قلم سے نکل چکے ہیں۔ غالب پر انکی سوانحی کتاب کو غالبیات میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ غالب کے خطوط، دیوانِ غالب، کلیاتِ غالب، اور فارسی تحریروں کی ترتیب ان کی قابل قدر ادبی خدمت ہے۔ ان کے خامۂ گہربار سے دیوانِ غالب کی ایک بے مثال شرح بھی ہے جو زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم اور اصحاب ذوق میں شرف قبول حاصل کر چکی ہے۔

اقبال اور غالب کے علاوہ عہد جدید کی شخصیتوں میں مولانا ابو الکلام آزادؒ سے مہر صاحب بہت متاثر ہیں۔ مولانا سے ان کا پہلا باقاعدہ تعارف ۱۹۱۴ء میں ہوا، اس سے پیشتر ۱۹۱۳ء میں مہر صاحب حزب اللہ کے ممبر بن چکے تھے۔ جب وہ بی اے کے آخری سال میں تھے تو مولانا آزادؒ نے انکے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی۔

"اگر غفلت طاری نہ ہوئی تو میں آپ کے اندر عظیم الشان مستقبل کے آثار دیکھ رہا ہوں"

نصف صدی میں ان کے علمی، ادبی کارنامے اور سیاسی، صحافتی، تاریخی اور دینی خدمات مولاناؒ کی اس پیشین گوئی پر شاہد عادل ہیں۔

مہر صاحب مولاناؒ کے مرید بھی ہیں۔ بیعت کی سعادت انہیں ۱۹۲۳ء میں حاصل ہوئی تھی۔ مولاناؒ سے ابتدائے تعارف سے انتقال تک تقریباً پینتالیس برس رشتہ ارادت و عقیدت قائم رہا۔ اس مدت میں بارہا ایسے مواقع پیش آئے کہ ملکی و سیاسی معاملات میں انھوں نے مولاناؒ سے اختلاف کیا لیکن ان کے رشتۂ ارادت اور علاقۂ عقیدت میں کبھی فرق نہیں آیا۔ مولانا کی رائے سے اختلاف کے باوجود مولانا کی عظمت، دینی وجاہت، سیاسی و ملکی خدمات اور محاسن اخلاق و سیرت کے اعتراف میں ان کی زبان اور ان کے قلم نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ مولاناؒ کی شخصیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مختلف پہلوؤں پر ایک درجن سے زائد بلند پایہ اور نہایت لاجواب مقالات ان کے قلم فیض ترجمان اور خامۂ گہر بار سے نکل چکے ہیں۔ اپنے نام مولانا کے مکاتیب کا مجموعہ "نقش آزاد" کے نام سے اور چند دیگر اکابر و مشاہیر کے نام مکاتیب اور مولانا کی بعض تاریخی تحریروں کا مجموعہ "تبرکات آزاد" کے نام سے ترتیب دے کر چھپوا چکے ہیں۔ نیز ترجمان القرآن کی تیسری جلد سے متعلق متفرق سور و آیات کے تراجم و تشریحات "باقیات ترجمان القرآن" کے نام سے ترتیب دے کر ناقابل فراموش اور قابل ستائش دینی خدمت انجام دی ہے۔

اس کے علاوہ پچھلے کئی سال سے وہ مولانا کے افادات کی ترتیب کا کام انجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر مولانا کی تحریریں تہذیب و ترتیب اور کتابت و تصحیح کے مراحل سے گذر کر پریس پہنچ چکی ہیں۔ مولانا کی تحریریں اگرچہ سیرت پر کام کے ایک عظیم الشان منصوبے کے مطابق تھیں لیکن خود ان میں کوئی ربط نہ تھا۔ یہ سیرت کے مختلف پہلوؤں پر الگ الگ مقالات تھے۔ مہر صاحب نے ان تمام تحریروں کو ایک خاص ترتیب سے جمع کیا اور مولانا کے منصوبے کے مطابق ان کے درمیانی خلاؤں کو پر کرکے اس طرح مسلسل و مربوط کر دیا کہ یہ اضافے مولانا کی تحریروں میں ربط کا کام بھی دیں اور ان سے ممیز بھی رہیں اور مولانا کی تحریروں سے خلط ملط نہ ہو جائیں۔ اس طرح مہر صاحب کی سعی و کاوش نے مولانا کی متفرق تحریروں کو ایک مربوط و مبسوط تصنیف کے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ سیرت پر یہ بے نظیر کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ مولانا "سیرت نبوی" کے علم و مطالعہ کو علوم اسلامیہ میں کتنی اہمیت دیتے تھے اور اس کے لئے ان کے سامنے ایک عظیم الشان منصوبہ تھا۔ اسی قسم کا ایک کام سیرت انبیاء کے متعلق ترتیب و تہذیب کے مراحل سے گذر کر کتابت کے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔

مہر صاحب نے افادات آزاد کی ترتیب سے صرف اپنی عقیدت و محبت ہی کا ثبوت نہیں دیا بلکہ اہم موضوعات پر بہترین تحریروں کے انتخاب و ترتیب سے بہت بڑی دینی اور علمی خدمت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی انجام دی ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کاموں کی اہمیت کا کوئی اندازہ شناس نہیں، مہر صاحب کی ان خدماتِ جلیلہ وعظیمہ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا اور تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گی۔

مہر صاحب اس عہد کی ایک جامع حیثیات اور نادر الوجود شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحتِ فکر کی دولت اور حسنِ عمل کی توفیق سے نوازا ہے۔ وہ نہایت وسیع المطالعہ، باریک بین، بیدار مغز، قوی الحافظہ اور استحضار کی حیرت انگیز صلاحیت کے مالک ہیں۔

علم و فکر کی دولتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں اخلاق و سیرت کے کمالات وخصائص سے بھی نوازا ہے۔ وہ نہایت با اخلاق، صاحبِ مروّت، فراخ دل، دوستوں سے انتہائی محبت کرنیوالے، نیازمندوں کے لئے سراپا شفقت، نہایت شگفتہ مزاج، بذلہ سنج اور باغ و بہار شخصیت ہیں۔ ان کی صحبت کبھی کسی کے لئے بارِ خاطر نہیں ہوتی۔

اردو زبان و ادب کی کوئی تاریخ، کوئی علمی و سیاسی تذکرہ، اسلامی ہند کی تاریخ، تہذیب و ثقافت، اور کوئی دائرۃ المعارف مہر صاحب کی شخصیت اور خدمات کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔

خواجہ عبد الحئی فاروقی

خواجہ عبد الحئی مرحوم برصغیر پاک و ہند کے مشہور عالم دین تھے۔ ایک مدت تک جامعہ ملیہ دہلی میں دینیات کے استاد رہے۔ کچھ دنوں تک حضرت بل (کشمیر) میں شیخ محمد عبد اللہ کے قائم کردہ دار العلوم میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ تقسیم ملک کے بعد وہ پاکستان تشریف لے آئے تھے اور اسلامیہ کالج لاہور میں شعبۂ اسلامیات کے صدر رہے تھے۔

خواجہ صاحب مرحوم مولانا آزادؒ کے قدیم ارادت مندوں میں سے تھے اور مولاناؒ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہاتھ پر بیعت تھے۔ حزب اللہ میں شامل تھے۔ مولاناؒ نے کلکتہ میں دارالارشاد قائم کیا تو خواجہ صاحب نے اس میں مولاناؒ کے درسِ قرآن حکیم سے استفادہ کیا۔ ۱۹۱۶ء میں مولانا آزاد کو کلکتہ سے اخراج کا حکم ملا۔ اس وقت تک پندرہ بیس طالب صادق جمع ہو چکے تھے۔ لیکن کلکتہ سے مولاناؒ کے اخراج کی وجہ سے یہ سلسلہ درس و تعلیم ٹوٹ گیا جو حضرات جمع ہوئے تھے منتشر ہو گئے۔ خواجہ صاحب لاہور تشریف لے آئے۔ مولانا سے تعلق و ارادت، اور رفاقت کی قیمت انہیں یہ دینی پڑی کہ لاہور میں نظر بند کر دیئے گئے۔

خواجہ صاحب نے متعدد بلند پایہ کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں۔ ان میں سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ انعام، سورہ توبہ، سورہ یوسف، تیسویں پارے کی چند سورتوں کی تفسیر لکھی ہیں جو اصلاً مولانا کے افادات پر مبنی ہیں۔

خواجہ صاحب نہایت نیک متقی، وسیع النظر، صاحب علم، وفضل بزرگ تھے۔ ۱۰ جنوری ۱۹۶۵ء کو لاہور میں انتقال فرمایا اور مالک حقیقی سے جا ملے۔

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی ۱۸۹۵ء میں لکھنؤ کے مشہور و مردم خیز قصبہ ملیح آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حاصل کی۔ ۱۹۱۳ء میں مصر چلے گئے اور علامہ رشید رضا کے مدرسہ "دعوت وارشاد" میں داخل ہو کر علوم ادبیہ، تفسیر قرآن وغیرہ کی تحصیل کی۔ دورانِ تعلیم ۱۹۱۴ء میں ترکی کا سفر کیا اور چند دن تک "جہان اسلام" کو ایڈٹ کیا۔ "جہان اسلام" قسطنطنیہ سے اردو، عربی، ترکی تین زبانوں میں حکومت ترکیہ کی جانب سے انور پاشا کی سرپرستی میں نکلتا تھا۔ اس کے عربی اور ترکی حصے کے ایڈیٹر عمر رضا ایک مصری ادیب تھے۔ اردو حصے کو ابوسعید العربی الہندی، نامی ایک صاحب ایڈٹ کرتے تھے۔ ابوسعید سے ملیح آبادی کی ملاقات مصر میں ہوئی تھی۔ اور ملیح آبادی کی پرجوش تحریروں سے وہ بہت متاثر ہوئے تھے۔ پہلی ملاقات ملیح آبادی کے سفر ترکیہ کا سبب بنی۔ "جہان اسلام" ۱۹۱۳ء سے نکل رہا تھا۔ ۱۹۱۴ء کے الہلال کلکتہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کئی دنوں تک اس کا اشتہار چھپتا رہا۔

ملیح آبادی ابھی ترکیہ ہی میں تھے کہ جنگ عظیم اوّل کا اعلان ہوگیا اور بہت پر خطر حالات میں آخری جہاز سے وہ مصر واپس پہنچے۔

۱۹۱۴ء میں تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا ملیح آبادی ہندوستان واپس آئے وہ تحریک آزادی وطن کے بہت پرجوش داعی اور انگریزوں کے بڑے کٹر دشمن تھے۔ اس کے لئے وہ مصر اور ترکی میں مشہور ہی نہیں بدنام رہے تھے۔ انگریزوں کی سی۔ آئی۔ ڈی۔ ان کے ساتھ لگی رہتی تھی۔ ان کے ہندوستان واپس آنے سے پہلے مصر میں ان کے سیاسی مشاغل اور انگریز دشمنی کے متعلق سی۔ آئی۔ ڈی۔ رپورٹ پہنچ چکی تھی۔ انگریزوں کا ابھی جنگ سے پیچھا نہ چھوٹا تھا اور انگریز اور سامراج کے ایسے کٹر دشمن کو آزاد چھوڑ دینا خطرے سے خالی نہ تھا۔ حکومت کسی خطرے کو مول لینے کے لئے تیار نہ تھی۔ اس لئے ہر وقت یہ خطرہ لگا ہوا تھا کہ وہ گرفتار ہوجائیں گے اس لئے کچھ تو عزیزوں کے اصرار سے مجبور ہوکر اور کچھ اس وجہ سے کہ ملک کے تمام سیاسی اکابر اور رہنما ملک اور بیرون ملک کی جیلوں میں قید تھے یا نظر بند تھے ان حالات میں کوئی تحریک شروع نہ کی جاسکتی تھی۔ یہ مناسب سمجھا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں دوبارہ داخل ہوکر تکمیل علم حدیث کی آرزو پوری کرلی جائے اس سے زیادہ مناسب اور مفید طریقہ دوسرا نہ تھا۔ اس طرح حکومت اور پولیس بھی مطمئن ہوجائے گی اور تکمیل علم حدیث کی دلی آرزو بھی پوری ہوجائے گی۔ حالانکہ ندوہ میں داخلے کے باوجود نہ تو انکے سیاسی مشاغل، جو بھی ان حالات میں جاری رہ سکتے تھے، ختم ہوئے اور نہ پولیس مطمئن ہوئی، وہ داخل ہوئے تو سی آئی ڈی سے تعلق رکھنے والے ایک طالب علم کا اضافہ بھی ہوا جو ان کی شب و روز نگرانی کرتا تھا۔ ڈیڑھ دو سال سی۔ آئی۔ ڈی۔ اور مولانا ملیح آبادی میں آنکھ مچولی ہوتی رہی۔ وہ گرفتاری سے ضرور بچ گئے اور ان کی دلی مراد بھی پوری ہوگئی اور حدیث کی انھوں نے تکمیل کرلی۔ لیکن پولیس کی نظر میں ان کی خطرناکیوں میں کچھ اور اضافہ ہوگیا تھا لیکن جنگ عظیم کے خاتمے کے ساتھ ہی ملک کے تمام سیاسی رہنماؤں کو رہا کردیا گیا اور اسی لئے ان کی بھی گرفتاری عمل میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں آئی۔

سیاسی رہنمائی کے لئے وہ وقت کے تمام اکابر کے قریب ہوئے لیکن کسی سے وہ مطمئن نہیں ہوئے اور کوئی ان کی اولوالعزمیوں اور برق رفتاریوں کا ساتھ نہیں دے سکا۔ البتہ مولانا آزاد سے مل کر انہیں اطمینان ہوگیا کہ صحیح فکر سیاسی ہے تو یہی ہے اور ملک کی آزادی، مسلمانوں کی فلاح اور ملی اتحاد و ترقی کی راہ ہے تو یہی۔

مولانا ملیح آبادی کی مولانا سے پہلی واقفیت ۱۹۱۲ء میں ہوئی تھی۔ لکھتے ہیں:

"۱۹۱۲ء میں الہلال نکلا میں دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں پڑھتا تھا۔ پہلا پرچہ دیکھتے ہی الہلال کو دل دے بیٹھا.... .... میں الہلال پڑھتا رہا۔ چھٹیوں میں لکھنؤ سے گھر آتا تو والد... کو بھی سناتا۔"

مولانا سے ان کی پہلی سیاسی ملاقات اوائل ۱۹۲۰ء میں کلکتہ میں ہوئی جہاں وہ خلافت کانفرنس میں شرکت کے لئے گئے تھے۔ ملیح آبادی لکھتے ہیں:

"کانفرنس کے بعد مولوی منیر الزماں اسلام آبادی کے ساتھ مولانا آزاد سے ملنے ان کے گھر گیا۔ رپن لین کی ایک چھوٹی سی بوسیدہ عمارت میں رہتے تھے بڑے تپاک سے ملے اور یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مجھ سے انجان نہیں ہیں... چلتے وقت دوبارہ ملاقات کا اصرار کیا اور وقت بھی مقرر کر دیا۔ میں پہنچ گیا۔ آج تنہائی تھی ایسا معلوم ہوا کہ گویا ہم عمر بھر کے ساتھی ہیں۔ دل کھول کے ملے۔ مولانا نے تفصیل سے اپنی سکیم بتائی کہ....... ہندوستان کی آزادی کے لئے کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اور مجھے شریک ہو جانے کی دعوت دی۔ میں بلا کسی پس و پیش کے فوراً راضی ہوگیا۔ حیرت انگیز طور پر ہمارے خیالات میں یکسانی تھی۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا آزادؒ کے سیاسی و مذہبی مسائل کے بارے میں ان کے اندازِ فکر اور حصولِ آزادی اور اتحاد و تنظیم ملت کے بارے میں ان کے خیالات اور طریق کار سے کامل اتفاق کے بعد ۲۲ اپریل ۱۹۲۰ء کو انھوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مولانا نے انھیں لکھنؤ کو مرکز بنا کر صوبہ یوپی میں کام کرنے کی ہدایت کی اور اگلے روز مندرجہ ذیل سند خلافت عطا فرمائی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخویم مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی نے فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے وہ بیعت لینے اور تعلیم و ارشادِ سلوکِ سنت میں فقیر کی جانب سے ماذون و مجاز ہیں جو طالب صادق ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ انھوں نے خود فقیر سے بیعت کی والعاقبۃ للمتقین۔

فقیر

ابوالکلام کان اللہ لہٗ

(۴ر شعبان ۱۳۳۸ھ)

مولاناؒ کی ہدایت کے مطابق انھوں نے لکھنؤ کو مرکز بنا کے کام شروع کر دیا۔ اس مدت میں کئی سو آدمی حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے۔ اکتوبر یا نومبر ۱۹۲۰ء میں مولاناؒ نے انھیں کلکتہ بلا لیا جہاں وہ مدرسۂ اسلامیہ کے قیام کے لئے کوشاں تھے اور اس کے اہتمام و انتظام کے لئے انھیں ایک قابل اعتماد رفیق کی ضرورت تھی۔

یہ مدرسہ تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے میں سرکاری مدرسوں سے نکلے ہوئے طلبا کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۲۰ء کو گاندھی جی نے اس مدرسہ کا افتتاح کیا تھا۔ تقریباً دو سال تک نہایت شان کے ساتھ چلا۔ مولاناؒ کی وجہ سے بہت سے فاضل جمع ہو گئے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ندوہ کے فاضل عبدالرحمن نگرامی اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اساتذہ میں شامل تھے۔ لیکن ۱۹۲۱ء کے اواخر میں مولانا آزادؒ اور ملیح آبادی مرحوم اور مدرسہ کے کئی اور ہمدردوں کی گرفتاریوں سے اس کی ترقی پر بہت برا اثر پڑا۔ پھر جوں جوں تحریک خلافت کا زور کم اور ترک موالات کا جوش ٹھنڈا پڑتا گیا۔ اس مدرسہ کی طرف سے بھی لوگوں کی توجہ ہٹتی گئی۔ اور بھی متعدد رکاوٹیں تھیں۔ رہائی کے بعد مولانا رحمتہ اللہ علیہ خود بھی اس کے لئے پورا وقت نہیں دے سکتے تھے۔ اس وجہ سے اس کی اہمیت کم ہوتی گئی اور آخر کار وہ برائے نام مدرسہ رہ گیا۔

مولانا ملیح آبادی کو لکھنؤ میں صرف پانچ چھ ماہ کام کرنے کا موقع ملا۔ اس مدت میں جو کئی سو آدمی حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے ان میں مولوی شفاعت علی اور سردار محمد خاں کے نام خود ملیح آبادی کے بیان میں آئے ہیں اور کچھ مزید تفصیل کے علاوہ منے خاں کا ایک نام مولانا ریاست علی ندوی کی ایک تحریر میں آیا ہے۔ مولانا ریاست علی جو مولانا ملیح آبادی کے دوبارہ داخلۂ ندوۃ سے لے کر کلکتہ جانے تک ان کے ساتھ رہے تھے۔ اور ملیح آبادی کی زندگی اور ان کے کاموں کو ایک رازداں اور غمگسار دوست اور رفیق کی حیثیت سے دیکھا تھا، فرماتے ہیں:

"مولانا ملیح آبادی نے بیعت کے سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ کرسچین کالج اور لکھنؤ یونیورسٹی کے کچھ طلبا ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ نیز مولوی گنج اور گولہ گنج کے کچھ جوشیلے مسلمانوں نے بھی بیعت کی۔ جن میں منے خاں صاحب بھی تھے۔ اسی طرح رابرٹ گنج کے کچھ مسلمان جن میں بعض اطبا بھی تھے داخل حلقہ ہوئے تھے۔" لیکن جب مولانا آزادؒ کے بلاوے پر وہ کلکتہ چلے گئے تو بیعت وارشاد کا یہ سلسلہ بند ہو گیا۔

مدرسہ اسلامیہ کلکتہ کے اہتمام کی ذمہ داری کے ساتھ، مولاناؒ کی نگرانی میں "پیغام" اخبار جاری کیا۔ ۱۹۲۱ء میں پیغام ہی کے ایک مضمون کی بنا پر ملیح آبادی گرفتار ہو گئے۔ اگرچہ وہ مضمون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود ان کے قلم سے نہ تھا۔ مولانا نے ان کی گرفتاری پر ایک پر زور تحریر لکھی۔ اس سے ملیح آبادی کی سیرت و کردار پر بھی روشنی پڑتی ہے اور ان سے مولاناؒ کے تعلق خاطر کا پتہ بھی چلتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"کل چار بجے جب بمبئی میل سے کلکتہ پہنچا اور متوقع تھا کہ حسب معمول اسٹیشن پر مولوی عبدالرزاق صاحب سے ملاقات ہوگی تو ان کی جگہ ان کی گرفتاری کی خبر نے میرا استقبال کیا۔ وہ اسٹیشن پر ملتے تو میرے دل میں ان کی محبت بڑھتی جو گذشتہ دو سال سے برابر بڑھتی رہی ہے۔ مگر وہ نہ ملے اور جیل خانے چلے گئے۔ اس طرح انھوں نے صرف اپنی محبت ہی نہیں بلکہ اپنی عزت کے لئے بھی میرے دل سے تقاضہ کیا۔ اب میں ان سے صرف محبت ہی نہیں کرتا، بلکہ ان کی عزت بھی کرتا ہوں۔"

"۱۹۱۸ء میں وہ ہندوستان واپس آئے اور اس وقت سے اب تک برابر علمی و قومی خدمات میں مشغول رہے۔ نہ صرف وہ بلکہ ان کا پورا خاندان اپنے جوشِ ایمان اور حُبِ اسلامی کے اعتبار سے اخلاص و عمل کا ایک قابل عزت گھرانا ہے۔ ان کے والد اور تینوں بھائی ہمیشہ راہ حق و عمل میں سرگرم عمل رہتے ہیں ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ان کے بڑے بھائی ملیح آباد میں اس لئے گرفتار کرلئے گئے تھے کہ انھوں نے مقاصد خلافت کی تبلیغ کے لئے ایک اعلان شائع کیا تھا......"

"دو سال ہوئے جب یہ مجھ سے ملے اور میں نے ان میں بہترین قابلیت علم و عمل نمایاں پائی۔ یہ ملک کے ان مخصوص اہل علم نوجوانوں میں ہیں جن کی غیر معمولی قابلیتوں سے بہترین امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔ انھوں نے خدمتِ خلق و دعوت کی راہ میں مجھ سے جو رشتہ رفاقت و اخوت جوڑا تھا وہ روز بروز قوی ہوتا گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ایک سچے رفیق اور بھائی کی طرح ان کی صداقت میرے دل کو جذب کرتی رہی۔

پچھلے دنوں جب مدرسہ جامع مسجد، عربی کا افتتاح ہوا تو میں نے انہیں کلکتہ بلالیا اور انہی کی محنت و سعی سے مدرسہ قائم ہوا۔ یہ مشغولیت ان کے لئے کم نہ تھی، لیکن ان کا ولولۂ خدمت زیادہ وسیع میدان ڈھونڈتا تھا۔ بالآخر "پیغام" جاری ہوا اور اس کی ترتیب و اشاعت کا تمام بار انھوں نے اپنے سر لے لیا۔ یہ کہنا ضروری نہیں کہ اس بار کے وہ اہل تھے اور نہایت مستعدی و قابلیت سے تنِ تنہا اس کی ایڈیٹری کرتے رہے قارئین پیغام میں کوئی شخص نہ ہوگا جو ان کی تحریروں کو دلچسپی و شوق کے ساتھ نہ پڑھتا ہوگا۔

اب وہ گرفتار ہو گئے۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ان کی حسنِ نیت اور حسنِ عمل کو قبول کر لیا۔ اس بارے میں انسانی قلب کی درماندگیوں کا کچھ عجیب حال ہے، میں اگر کہوں کہ میرے دل پر کوئی صدمہ نہیں، تو یقیناً میں اپنے قدرتی جذبات کے لئے پردہ پوش ہوں گا۔ میں اپنے دل کو راز بنانا پسند نہیں کرتا۔ میرے دل کو ایسے موقعوں پر غم ہوا ہے..... لیکن الحمد للہ کہ دل کے جذبے پر دماغ کا ایمانی یقین و اعتقاد غالب ہے..... میں خوش ہوں اور سچے دل سے اپنے عزیز و رفیق کو مبارکباد دیتا ہوں، وہ بے گناہ ہیں اور ان کی گرفتاری ان کے لئے ایک پاک عبادت ہے۔ انھوں نے جس سچی اور بے تکلف ہمت و بشاشت کے ساتھ اپنی گرفتاری کا استقبال کیا اور جس اطمینان و استقامت کے ساتھ اس وقت قید خانے میں ہیں، خدا تعالیٰ وہ جوہر ہر مسلمان کو عطا کرے (باقی ہے)

© rasailojaraid.com